سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۵۷

تعلیم و تزکیہ کی اہمیت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵۷

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ	: تعلیم و تزکیہ کی اہمیت
واعظ	: عارف باللہ مجدِدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وعظ	: ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۹۵ء بروز اتوار
مرتب	: حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مقام	: جامعہ اشرفیہ لاہور
تاریخ اشاعت	: ۲ر شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱ر مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات
زیرِ اہتمام	: شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051 ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

تعلیم و تزکیہ کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۲۹﴾[1]

آدمیت کی حقیقت

ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ کسی کے اُوپر بیٹھنے سے اور کسی کے نیچے بیٹھنے سے انسان کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی، انسان جیسا ہوتا ہے ویسا ہی رہتا ہے، جیسے موتی دریا میں نیچے ہوتا ہے اور بلبلہ اوپر ہوتا ہے، تو اوپر ہونے سے بلبلہ کی قیمت موتی سے نہیں بڑھ جائے گی اور نیچے ہونے سے موتی کی قیمت نہیں گھٹے گی، اس لیے اس میں نہ ہماری فضیلت ہے جو اوپر بیٹھے ہوئے ہیں اور نہ اُن حضرات کی کوئی کمتری ہے جو نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس سے راضی ہوتا ہے وہی حقیقت میں حاملِ حقیقت ہوتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں وہی آدمی کہلانے کا مستحق ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ؎

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست

---

[1] البقرۃ:۱۲۹

آدمی گوشت اور چربی اور کھال کے اُجلے اور کالے ہونے کا نام نہیں ہے۔ گوری چمڑی والا اور کالی کھال والا ہونا آدمیت نہیں ہے۔

آدمیت جز رضائے دوست نیست

آدمی وہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ٹھیک بارہ بجے دوپہر کو دھوپ میں چراغ لے کر کوئی چیز ڈھونڈ رہا تھا۔ اب اُس وقت میں کوئی چراغ لے کر ڈھونڈے اور وہ بھی مارکیٹ اور بازار میں تو عجیب لگے گا یا نہیں؟ کسی نے کہا کہ جناب! آپ کیا تلاش کررہے ہیں۔ اُس نے کہا کہ ہم آدمی تلاش کررہے ہیں؟ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی عجیب و غریب شخصیت ہیں، عجیب و غریب قصے لاتے ہیں۔ مثنوی روم کی شرح اختر نے لکھی ہے، جس کو آپ جانتے ہوں گے "معارف مثنوی مولانا روم" جس کے آخر میں میرے بھی کئی سو اشعار مثنوی کے وزن پر فارسی زبان میں ہیں، جس کے بارے میں علماء حضرات کا خیال ہے کہ اختر کی مثنوی میں اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی میری فارسی مثنوی کا ایک شعر دیکھ کر فرمایا تھا کہ لَا فَرْقَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ مَوْلَانَا رُوْمِ اور ایران کے ایک عالم نے میری فارسی مثنوی دیکھ کر فرمایا کہ "ہر کہ مثنوی اختر را بخواند او را مثنوی مولانا روم پندارد" یعنی جو بھی مثنوی اختر کو پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے۔ بزرگوں کی اس بات سے خوشی اور تسلی ہوئی۔ اللہ والے اور علمائے دین کا نیک گمان ہمارے لیے بہت بڑا سرمایہ ہے۔

تو فرمایا کہ جب وہ بازار میں چراغ لے کر کوئی چیز تلاش کر رہا تھا تو بعضوں نے پوچھا کہ کیا تلاش کررہے ہو؟ کہا: میں آدمی ڈھونڈ رہا ہوں۔ کہا کہ اتنے آدمی یہاں چل پھر رہے ہیں کیا یہ سب آدمی نہیں ہیں؟ کہا: نہیں! یہ آدمی نہیں ہیں۔

ایں کہ می بینم خلافِ آدم اند
نیست اند آدم غلافِ آدم اند

جن کو میں دیکھ رہا ہوں یہ آدمی نہیں ہیں، یہ آدمی کے لبادہ اور غلاف میں ہیں، یہ آدم علیہ السلام کے راستے پر نہیں ہیں۔ آدمی کے معنیٰ ہیں آدم والا، جیسے لکھنوی کے معنیٰ ہیں لکھنؤ والا اور

لاہوری کے معنیٰ ہیں لاہور والا، ایسے ہی آدمی کے معنیٰ ہیں آدم والا، یعنی جو اپنے بابا آدم علیہ السلام کی راہ اختیار کرتا ہے، جب اُس سے خطا ہوتی ہے تو رَبَّنَا ظَلَمْنَا کہہ کر رونا شروع کر دیتا ہے۔ جس ظالم کو اپنے گناہوں پر رونا اور استغفار و توبہ نصیب نہ ہو وہ آدمی کہاں ہے؟ کیوں کہ بابا آدم کی خاص بات یہی تو تھی کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا کہہ کر اُنہوں نے اپنی دوری کو حضوری سے تبدیل کر لیا۔

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ کی تفسیر

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ''روح المعانی'' میں فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ[۲] کی تفسیر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب اللہ نے دنیا میں بھیجا، اور کیسے بھیجا؟ فرمایا قُلۡنَا اہۡبِطُوۡا[۳] اُتر جاؤ۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ھُبُوۡط وہ نزول اور سفر ہے جس کے بعد پھر وطن واپس آنا پڑے۔ معلوم ہوا کہ یہ عارضی سفر ہے، حضرت آدم علیہ السلام پھر جنت میں جائیں گے اور جتنے مومنین ہیں وہ بھی جائیں گے۔ ھُبُوۡط کے لغوی معنیٰ لکھے ہیں کہ جو کسی کونے میں پھینک دیا گیا ہو یا دور ڈال دیا گیا ہو، پھر وہاں سے بلایا جائے۔

اور فرمایا کہ تَلَقِّیۡ جو مصدر ہے، اس کا استعمال اہلِ عرب میں اُس وقت ہوتا تھا جب کوئی دوست بہت دن بعد آتا تھا، یعنی جب کوئی بہت دیر سے اور بہت دور سے آتا تھا تب کہتے تھے فَتَلَقَّاہُ بِمَرۡحَبًا چلو بھئی اُن سے ملاقات کرو۔ اور قرآنِ پاک کا نزول اللہ تعالیٰ نے عرب کے محاورات پر فرمایا۔ پس فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ میں تَلَقّٰی کا استعمال بتاتا ہے کہ فَاِنَّ اٰدَمَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ کَانَ فِیۡ ذٰلِکَ الۡوَقۡتِ فِیۡ مَقَامِ الۡبُعۡدِ[۴] اُس وقت جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام مقامِ بُعد میں تھے، لیکن فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلمات القا ہوئے، جن کی

۲؎ البقرۃ:۳۷

۳؎ البقرۃ:۳۸

۴؎ روح المعانی:۱/۲۳۷،البقرۃ(۳۷)،داراحیاء التراث،بیروت

برکت سے اُن کا مقامِ بُعد مقامِ قرب سے تبدیل ہوگیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ کلمات سے مراد رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا[۵] الخ ہیں یہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ایسا قبول ہوا کہ اُن کی آدمیت کے سر پہ تاجِ نبوت اللہ تعالیٰ نے رکھ دیا۔ آج بھی اگر ہم سب دل سے رَبَّنَا ظَلَمۡنَا کہہ لیں، تو ہماری غلامی کے سر پر اللہ تعالیٰ نبوت کا تاج تو نہیں، کیوں کہ دروازۂ نبوت تو بند ہوچکا ہے لیکن اپنی ولایت اور دوستی کا تاج رکھ دیں گے بشرطیکہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَا مالہ وماعلیہ کے ساتھ ہو۔ دل سے توبہ کرے اور توبہ کے کیا معنیٰ ہیں؟ توبہ نام ہے ندامتِ قلب کا کہ دل نادم ہوجائے اور ماضی کے گناہوں کی تلافی استغفار سے کرلے اور مستقبل کے لیے عزمِ تقویٰ کرلے کہ اللہ آپ کو کبھی ناراض نہیں کروں گا، تو یہ توبہ ہے۔ یہ نہیں کہ زبانی توبہ توبہ کیے جارہے ہیں اور عورتوں کو دیکھے بھی جارہے ہیں۔ سینماوی سی آر دیکھ رہے ہیں اور توبہ توبہ بھی کررہے ہیں۔ ایک صاحب میرے ساتھ چل رہے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ مولانا! توبہ توبہ! کیا بے حیائی کا زمانہ آگیا ہے لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ دیکھے بھی جارہے ہیں۔ بتایئے یہ نظر حرام ہے یا نہیں؟ ایسا لاحول تو خود لاحول پڑھنے والے پر لاحول پڑھتا ہے۔

اس لیے شیخ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ کی قبولیت کے لیے چار شرطیں ہیں: پہلی شرط اَنۡ یَّقۡلَعَ عَنِ الۡمَعۡصِیَۃِ یعنی معصیت سے دور ہوجائے۔ قَلَعَ یَقۡلَعُ کے معنیٰ ہیں دور ہونا۔ ایک بات یہاں یاد آگئی وَمَا قَلٰی کے معنیٰ پر۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اِنِّیۡ لِعَمَلِکُمۡ مِّنَ الۡقَالِیۡنَ[٦] اے بدمعاشو! لڑکوں کے ساتھ تمہاری بدفعلیوں کے اس عمل سے میں دشمنی اور بغض رکھتا ہوں۔ جب میں پڑھ رہا تھا تو میرے امتحان میں یہ سوال آیا کہ قالین کے معنیٰ لکھو۔ اب بتایئے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو جس قالین پر ہم بیٹھے ہیں اسی قالین کو میں لکھ دیتا کہ قالین ایک موٹی سی بیٹھنے کی چیز ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مالک کے کرم سے اختر پاس ہوگیا۔ قالین کے معنیٰ لکھ دیا، دشمنی کرنے والے۔ اصل میں قَالُوۡنَ اسم فاعل ہے حالتِ رفعی میں لیکن مِنۡ حرف جار کی وجہ سے حالتِ جری میں قَالِیۡنَ بن گیا۔

---

[۵] الاعراف: ۲۳

[٦] الشعراء: ۱٦۸

تو خیر یہ بات کہہ رہا تھا کہ اس کلمہ کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کا مقامِ بُعد مقامِ قُرب سے تبدیل ہوگیا۔ آج کل بھی ہمیں اللہ نے یہ نعمت دی ہے، بشرطیکہ توبہ چار شرطوں کے ساتھ ہو۔

اَنْ یَّقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ[ۓ] معصیت سے دور ہو جائے، حالتِ معصیت میں توبہ کیسے قبول ہوگی؟ کیا حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس بیٹھ کر توبہ کر رہے تھے یا وہاں سے فرار اختیار کیا تھا؟ فَفِرُّوْٓا اِلَی اللہِ اختیار کیا تھا۔ اللہ نے دروازے کھول دیے اور تالے ٹوٹ گئے، صرف وہاں تک پہنچنے اور تالے پر ہاتھ لگانے سے تالے کھل گئے۔

خیرہ یوسف وار می باید دوید

یعنی اگر کسی معصیت سے بھاگنے کا کوئی دروازہ نہ ہو، تو تم حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح دیوانہ وار دوڑ لگاؤ، اللہ تعالیٰ گناہ سے بچنے کا راستہ خود کھول دیں گے۔

ایک طالب علم کے تقویٰ کا واقعہ

ایک جوان طالب علم تھا، سیدھا سادہ تھا وہ بے چارہ۔ کہیں روایت میں سُن لیا بیواؤں اور یتیموں کی خدمت کی فضیلت کے بارے میں۔ اُس کے مدرسے کے راستے میں ایک بیوہ تھی جو بہت رئیس تھی۔ وہ پوچھا کرتا تھا کہ بیگم صاحبہ کوئی سودا وغیرہ لانا ہے؟ نوجوان طالب علم، عالمِ شباب طاری جیسے جگر مراد آبادی نے کہا ہے کہ

ہائے وہ وقت کہ جب حُسن پہ آتا ہے شباب
اُف وہ ہنگام کہ جب عشق جواں ہوتا ہے

عالمِ شباب کو دیکھ کر وہ کم بخت للچاگئی، اس لیے یہ عام نہیں ہے کہ ہر بیوہ کی خدمت کرو، اس زمانے میں ذرا سمجھ بوجھ کے معاملہ رکھو، کیوں کہ اب فتنے کا دور ہے۔ ایک دن جب اُس نے پوچھا کہ کوئی خدمت؟ تو اُس بیوہ نے کہا یہاں آؤ، خدمت بتائیں اور دروازہ بند کرادیا اور کہا

ۓ شرح مسلم للنووی: ۲/۳۴۶، باب بیان النقصان فی الایمان، دار احیاء التراث، بیروت

کہ میری خدمت کرو یعنی میرے ساتھ گندا کام کرو۔ وہ طالب علم تقویٰ والا تھا، اللہ والا تھا، جو اللہ والا ہوتا ہے وہ اللہ کو بھولنا بھی چاہے تو بھول نہیں سکتا۔

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ جس کو اللہ رکھے اُس کو کون چکھے مشہور محاورہ ہے۔ اس میں میرا ایک اضافہ ہے۔ مخلوق کے محاورات میں تبدیلی کا اختیار مخلوق کو حاصل ہے اور میں بھی ایک مخلوق ہوں، لہٰذا میں نے اس محاورے میں یہ اضافہ کر دیا کہ ''جس کو اللہ نہ رکھے ساری دنیا اُس کو چکھے۔'' اُس کے لیے ہر طرف مصیبت ہی مصیبت ہے۔

نگاہِ اَقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک اُن کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

جو اللہ کی چوکھٹ سے سر ہٹاتا ہے اور اپنے مالک کو ناراض کرکے بدمعاشی اور حرام خوشیوں کو درآمد کرتا ہے، اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ جو مجھ کو ناخوش کرکے گناہوں سے حرام خوشی اپنے دل میں لائے گا، میں اُس کی حرام خوشیوں اور حلال خوشیوں دونوں میں آگ لگادوں گا۔

تفسیرِ اِعْرَاض عَنِ الذِّکْرِ

قرآنِ پاک اعلان کرتا ہے وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ[۵] جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا اور اِعْرَاض عَنِ الذِّکْرِ دو قسم پر ہے، ایک ہے غفلت اور دوسرا ہے معصیت، بلکہ اِعْرَاض عَنِ الذِّکْرِ ایک کلّی مشکک ہے جس کے درجات متفاوت المراتب ہوتے ہیں، لہٰذا غفلت کا اعراض اور ہے، فسق اور معصیت کا اعراض اور ہے، بدگمانی کا اعراض اور ہے، زنا کا اعراض اور ہے، کفر کا اعراض اور ہے، نفاق کا اعراض اور ہے۔ غرض جس درجہ کا اِعْرَاض عَنِ الذِّکْرِ ہوگا اُسی درجہ کی مَعِیْشَۃً ضَنْکًا یعنی تلخ زندگی کا اُس پر ترتب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ ہم تمہاری زندگی کے خالق ہیں، اگر میرے ذکر سے

۵؎ طٰہٰ:۱۲۴

تم اعراض کروگے، میری نافرمانی کروگے، حرام مزے لُوٹوگے فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا ہم تمہارے عیش کو، تمہاری زندگی کو تلخ کردیں گے، ایئرکنڈیشن، کباب اور بریانی، گرم چائے اور ٹھنڈا پانی، بال بچوں، دوکانوں اور تجارت گاہوں کے باوجود تم بے چین رہوگے۔ جس کی زندگی کو اللہ تلخ کرتا ہے سارے عالَم کی شِیرینی اس کو حلاوت نہیں دے سکتی۔ ایک مملکت کے مجرموں کو دوسری مملکت میں سیاسی پناہ بھی مل جاتی ہے۔ ایک ملک میں جرم کیا اور لندن یا امریکا جاکر سیاسی پناہ مانگ لی، لیکن اللہ تعالیٰ کے نافرمان کو پورے عالم میں کہیں بھی پناہ نہیں مل سکتی، جہاں جائے گا جوتے کھائے گا، کیوں کہ زمین اُسی کی ہے، آسمان اُسی کا ہے۔ ہے کوئی ملک جو اللہ تعالیٰ کی طاقت سے خارج ہو؟

بہرحال قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے بزرگوں سے تعلق قائم کرنا پڑتا ہے۔ ایک طالب علم نے روایت دیکھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو کا آٹا بغیر چھانے کھاتے تھے۔ اُس نے بھی جو کا آٹا نہیں چھانا۔ اب جو کی بھوسی اُس کی انتڑیوں میں گھس گئی اور پیچش لگ گئی۔ وہ مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جو ہمارے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ کہا حضرت! یہ سنت پر عمل کرنے سے پیچش کیوں شروع ہوگئی، سنت کی اتباع سے تو برکت ملنی چاہیے؟ فرمایا کہ سنت پر عمل تو کیا، مگر اپنے بزرگوں سے بھی پوچھا؟ کیا اِس زمانے کے لیے اِس سنت کا تحمل ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی تیری انتڑیاں ہیں؟ اُن کے پیخانے اونٹ کی مینگنی کی طرح ہوتے تھے اور تیرا پاخانہ لیکویڈ، سیال اور رقیق ہوتا ہے، لہٰذا اس زمانے کے مشائخ جس جس سنت پر عمل کررہے ہیں اُن سے آگے مت بڑھو۔

اسی طرح وہ طالب علم حدیث کا مطلب نہ سمجھا اور وہ بیوہ کی خدمت کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہوگیا، اُس بیوہ نے اُس کو گرفتار کرلیا اور دروازہ بند کرادیا، لیکن چوں کہ اللہ والا تھا اور خدائے تعالیٰ جس کو رکھے اُس کو کون چکھے، تو بیگم اُس کو کیسے چکھ سکتی تھی؟ اب اُس طالب علم نے جان کیسے بچائی ذرا دیکھو، اُس نے اللہ سے دُعا کی کہ یااللہ! یہ بیوہ مجھے زِنا کے لیے دعوت دے رہی ہے، آپ ہی نجات کی کوئی صورت عطا فرمایئے۔ فوراً اُس کے دل میں ایک ترکیب آئی۔ اُس نے کہا کہ مجھے زور سے پیخانہ لگا ہے۔ سمجھ گئے پیخانہ کے کیا معنٰی ہیں؟ یہ پیٔ

خانہ تھا جس کے معنیٰ ہیں گھر کے پیچھے، پئے معنیٰ پیچھے، آگے دروازے پر کبھی کوئی بیت الخلاء نہیں بناتا۔ اور بیت الخلاء پر ایک لطیفہ سن لو۔ ایک مولوی صاحب نے ایک دیہاتی سے کہا کہ میں بیت الخلاء جارہا ہوں۔ اُس دیہاتی نے اس سے کیا سمجھا؟ سُن رکھا تھا کہ بیت معنیٰ گھر اور خلا کو وہ خالہ سمجھا۔ اُس نے کہا کہ خالہ کو میرا ابھی سلام کہہ دینا۔

تو اُس نوجوان نے جلدی سے پیخانہ کا بہانا کیا کہ زور سے لگا ہے، یہ کام ذرا اطمینان سے ہونا چاہیے، اتنے زور سے تقاضا ہے کہ ابھی میں تمہاری گود ہی میں ہگ دوں گا تب کیا ہو گا۔ فوراً گیا اور وہاں پیخانہ کا اسٹاک تھا، تمام چوکیدار اور نوکر وغیرہ اُس بیت الخلاء کو استعمال کرتے تھے، اُس پیخانہ کی طرف دیوار سے کود گیا، چھ فٹ پیخانہ وہاں جمع تھا سر سے پیر تک پیخانہ میں ڈوب گیا۔ پھر اُس کے بعد اُسی حال میں اُس بیوہ کے سامنے آیا، تو اُس نے تُھو تُھو کرکے بھگا دیا اور کہا کہ یہ تو پاگل ہے۔ وہ جاکر دریا میں نہایا۔ اُس کے بعد اُس کے جسم سے ہمیشہ ایک عجیب و غریب خوشبو آتی تھی۔ کسی ولی اللہ نے پوچھا کہ تمہارے پاس سے ہمیشہ خوشبو آتی ہے، کیا تم عطر لگاتے ہو؟ کہا: حضرت یہ خوشبو عطر کی نہیں ہے۔ پوچھا کہ پھر یہ کیسی خوشبو ہے؟ اُس نے بہت چھپانا چاہا، لیکن اُس ولی اللہ کے اصرار پر بتانا پڑا کہ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں پیخانہ میں کود کر میں نے اپنے کو زِنا سے بچایا تھا، اُسی دن سے میرے جسم سے یہ خوشبو نکل رہی ہے۔ دوستو! میں کہتا ہوں کہ کچھ تو ہم اللہ پر فدا ہوں، کچھ تو اُن کے لیے غم اُٹھائیں، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ہم پر بارش کی طرح برسے گی۔

اللہ کی محبت کے غم کے معنیٰ

جس کو اللہ کا غم ملتا ہے سارے عالَم سے وہ بے غم ہوتا ہے۔ مجھے اپنا ایک اردو شعر یاد آگیا، لیکن اس سے پہلے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سناتا ہوں۔

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے

اللہ کی محبت کے درد کا نام غم ہے جس میں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں، یہ دل کو ہر وقت مست رکھتا ہے، یہ دنیاوی غم نہیں ہے جو کمر توڑ دیتا ہے۔ اسی دردِ محبت کو فرماتے ہیں۔

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دوجہاں سے فراغت ملے

محبت تو اے دل بڑی چیز ہے
یہ کیا کم ہے جو اس کی حسرت ملے

اے اللہ! اگر آپ کی محبت کے غم کی دولت مل جائے تو دونوں جہاں کے غموں سے مجھے نجات مل جائے اور اگر یہی غم مل جائے کہ آہ! مجھے اللہ کا غم نہیں ملا تو سمجھ لو اُسے بہت کچھ مل گیا، اگر یہ تمنا مل جائے تو سمجھ لو وہ بہت کچھ پا گیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کسی شخص کو اپنی علمی قابلیت پر، مال و دولت پر، حُسن و جمال پر، اپنی صحت پر غرض کسی نعمت پر ناز کرنا جائز نہیں، کیوں کہ قیمت تو قیامت کے دن اللہ لگائے گا۔ اگر کوئی غلام اپنی قیمت خود لگاتا ہے تو بے وقوف ہے، بین الاقوامی بے وقوف ہے، وہ غلام جو اپنی قیمت خود لگائے جبکہ مالک کی طرف سے اُس کی قیمت کا ابھی پتا نہیں، میدانِ محشر میں اُس کی قیمت کا پتا چلے گا، لہٰذا قیامت سے پہلے کیا اپنی قیمت لگاتے ہو؟ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہت آسان اور سادہ الفاظ میں۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

بتاؤ بھائی! اس میں کوئی مشکل لغت ہے؟ اور دنیا کے ٹھاٹھ باٹ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

حیاتِ دوروزہ کا کیا عیش و غم
مسافر رہے جیسے تیسے رہے

غم پروف دل

اب اختر کا شعر سنیے۔

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
اُن کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

سوئٹزر لینڈ کی گھڑی واٹر پروف آتی ہے، اگر پانی میں ڈال دو تو پانی اندر نہیں گھستا۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلوب کو غم پروف نہیں کر سکتا کہ دل میں اللہ کا غم اور دردِ محبت ہو اور دنیا کے غم اس دل میں گھس جائیں! باہر ہی باہر رہتے ہیں۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے اور عاشقِ خدا کو کبھی اشکبار دیکھو، تو سمجھ لو کہ اُس کے دل میں دنیا کا غم نہیں ہے، یہ آنسو مزے داری کے ہیں، تسلیم و رضا کی لذتوں کے ہیں، جیسے کوئی چٹ پٹا مرچ والا کباب کھا رہا ہو اور سُو سُو بھی کر رہا ہو اور آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے ہوں۔ کوئی کہے کہ مولانا صاحب! آپ بہت تکلیف میں ہیں، یہ کباب مجھے دے دیجیے۔ تو وہ کہے گا جناب! آپ مجھے بہت سادے معلوم ہوتے ہیں۔ ارے یہ آنسو غم کے نہیں مزے داری کے ہیں، یہ آنسو خوشیوں کے ہیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُبی ابن کعب! مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے سورۂ بینہ کی تلاوت کروں۔ اُنہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام بھی لیا تھا؟ آللّٰہُ سَمَّانِیْ بتاؤ عاشقانہ سوال ہے کہ نہیں؟ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَللّٰہُ سَمَّاکَ [۹] اللہ نے تیرا نام لیا تھا، تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہ غم کے آنسو نہیں تھے بلکہ خوشی کے تھے۔ صحابہ سب عاشق تھے، بتاؤ یہ کتنا عاشقانہ سوال ہے کہ کیا اللہ نے میرا نام لیا تھا؟ لیکن صحابہ کو یہ عشق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی برکت سے حاصل ہوا تھا۔

تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ کی مثال

دیکھیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے لکھا تھا کہ پسرم! ملّائے خشک و ناہموار نہ باشی۔ اے بیٹے! خشک ناہموار ملّا نہ بننا، کسی مربی سے اپنی تربیت کرا کے مربّہ بن جانا۔ کوئی دنیا میں مربّہ ایسا نہیں ہے جس کا کوئی مربّی نہ ہو۔ کیا آپ نے کوئی ایسا مربّہ دیکھا ہے کہ جس کی تربیت کسی نے نہ کی ہو؟ آملہ درخت سے گر کر زمین پر مربّہ کیسے بنتا

---

[۹] صحیح البخاری: ۷۴۱/۲ (۴۹۷۵)، کتاب التفسیر، سورۃ بینۃ، المکتبۃ المظہریۃ

ہے ؟ حلوائی لے گیا، اُس کو چونکا، مجاہدات کرائے، پھر پانی سے جوش دیا، پھر چونے کے پانی میں دھو کر اُس کو شیرے میں ڈالا۔ مربہ بننے کے بعد اُس آملہ کو عزت ملی کہ اطباء اور حکماء لکھتے ہیں: ”مربہ آملہ گرفتہ از آب گرم شستہ ورق نقرہ پیچیدہ مفتی اعظم بخورند و وزیر اعظم بخورند“۔ مربہ بننے کے بعد اب چاندی کا ورق اُس کے منہ پر لگایا جارہا ہے۔ سبحان اللہ! کیا عزت مل رہی ہے کہ مفتی اعظم اور وزیر اعظم کھارہے ہیں۔

اور جس آملے نے کہا کہ جناب تربیت نہیں کراؤں گا، مربی کے ناز نخرے برداشت نہیں کروں گا، مجھے آزادی چاہیے۔ حالاں کہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

پابند محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

ارے محبت کی گرفتاری پر تو عاشقوں نے اپنے کو پیش کردیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! اگر دو سو زنجیریں بھی لاؤ گے تو جلال الدین اُن کو توڑ دے گا، لیکن اللہ کی محبت کی زنجیر میں جلال الدین خود گرفتار ہونا چاہتا ہے۔

رو رو اے جاں زود زنجیرے بیار

اے میری جان! جلدی سے اللہ کی محبت کی زنجیر لا اور اس زنجیر میں مجھ کو جکڑ دے، میں اللہ کی محبت میں اپنی گرفتاری کو نعمت، اپنا شرف اور اپنی عزت سمجھتا ہوں، لیکن اللہ کی محبت کی زنجیر کے علاوہ دوسری زنجیریں لاؤ گے تو میں سب کو توڑ ڈالوں گا۔

غیر آں زنجیر زلف دلبرم
گر دو صد زنجیر آری بردرم

لیکن اللہ کی محبت کی زنجیر میں خوشی خوشی اپنے کو قید کرلوں گا۔

تو ہرا ہرا، تازہ آملہ جس نے اپنے کو مربی کے حوالے کردیا اور تھوڑی سی تکلیف برداشت کرلی وہ آج مرتبان میں ہے، اس کے منہ پر چاندی کا ورق لگایا جارہا ہے، بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے وزیر اپنے دل کی طاقت کے لیے صبح نہار منہ اس کو استعمال کررہے ہیں۔

اور جس آملے نے کہا میں مربیّوں کے ناز نخرے برداشت نہیں کرتا، مجھے اپنی آزادی کو قربان نہیں کرنا، تو وہ وہیں درخت کے نیچے پڑا ہوا سوکھ گیا۔ دھوپ کی گرمی نے اس کی شکل وصورت بھی بگاڑ دی۔ پھر ایک دن پنساری آیا اور اس آملہ کے منہ پر جھاڑو لگائی اور بورے میں بھر کرلے گیا اور اور کوٹ پیس کر قبض کو دفع کرنے والا سفوف بنادیا۔ مربی کی تربیت سے بچنے کی یہ سزا ملی کہ پاخانہ دھکیلنے کی خدمت سپرد ہوئی۔ اسی طرح جو لوگ کسی اللہ والے سے اپنا تزکیہ کرا کے صاحبِ نسبت ہوگئے، اُن کو یہ مقام نصیب ہوا کہ ان کی صحبت سے ہزاروں مردہ دل زندہ ہوگئے اور بڑے بڑے علمائے کرام ومفتیانِ عظام ان کی برکت سے اللہ والے بن گئے۔ اس کے برعکس عوام کیا جن خواص نے بھی اللہ والوں کی غلامی کو پسند نہیں کیا اور اپنی تربیت نہیں کرائی، ان کا علم وفضل نہ ان کے لیے نافع ہوا نہ اُمت کے لیے۔ ان کے علم وعمل میں فاصلے رہے اور ان سے دین کا کام بھی نہیں لیا گیا اور نہ ان کو دنیا میں عزت ملی، اس لیے جو کہتا ہے کہ میں پیری مریدی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا، تو اختر کہتا ہے کہ جو سچی پیری مریدی کو چکر سمجھتا ہے میں بھی اس کے چکر میں نہیں آتا۔ جاؤ اپنا راستہ لو۔

جائے جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے
بھائے نہ جسے رِند وہ پھر کیوں ادھر آئے

فرزانہ جسے بننا ہو جائے وہ کہیں اور
دیوانہ جسے بننا ہو بس وہ اِدھر آئے

ایک شخص نے حاجی امداد اللہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! میرا لڑکا کوئی کام نہیں کرتا، غفلت کا مارا ہے، اس کو اپنے پاس رکھ لیجیے، اس کو اپنے جیسا بنا دیجیے۔ حضرت حاجی صاحب نے اس کو اپنے یہاں ٹھہرالیا۔ حضرت حاجی صاحب کی صحبت نے اُس کو اشکبار بنادیا، اللہ کی محبت میں بے قرار بنادیا، اشراق وتہجد میں اسے مشغول فرمادیا۔ اب جب اس لڑکے کا باپ اس کو لینے آیا، تو حاجی صاحب سے پوچھا کہ میرا بچہ انسان بن گیا؟ فرمایا ہاں اللہ نے تیرے بچے پر فضل فرمادیا، جاؤ اس کو لے جاؤ۔ اب جب گیا تو بجائے تین بجے رات کو کھیتوں میں پانی دینے کے وہ تہجد پڑھ رہا ہے، سجدہ میں رورہا ہے۔ اس نے کہا کہ حاجی صاحب نے تو اسے اور بگاڑ دیا،

اب تو یہ کھیتی باڑی کے کام کا بھی نہیں رہا۔ بڑے غصے میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور کہا کہ میں تو اپنے لڑکے کو اس لیے لایا تھا کہ یہ کھیتی باڑی کا کام زیادہ کرے گا، راتوں کو اُٹھ کر ہمارے کھیتوں میں پانی دے گا، یہ تو رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھتا ہے اور سجدہ میں اللہ کی یاد میں روتا رہتا ہے، آپ نے تو اسے اور بگاڑ دیا۔ تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پاس کیوں لایا تھا؟ مجھے تو بگاڑنا ہی آتا ہے، میں بھی تو کسی کا بگاڑا ہوا ہوں۔ آہ! حضرت میاں جی کی طرف اشارہ تھا جو حضرت حاجی صاحب کے شیخ تھے۔

بتاؤ کیا یہ بگڑنا ہے؟ یہی تو بننا ہے۔ آج جامعہ والو! دیکھو لو واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ یہاں رونق ہے، حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے اور طفیل میں ہے۔ جس عالم نے اللہ والوں کے قدموں میں اپنے کو مٹادیا، اس عالم کو اللہ نے چمکا دیا، تاریخ دیکھ لو۔ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اگر ہزار سال سجدہ میں پڑا رہوں اور ایک نظر آپ کو دیکھ لوں، تو آپ کو ایک نظر دیکھ لینا ہزار سال کے سجدوں سے زیادہ قیمتی ہے، ایک نظر آپ کو دیکھ لینے سے جو مزہ آتا ہے اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ یہی ذوقِ صدیق ہے۔ اگر اللہ والوں کی محبت سیکھنی ہو تو میں سنتِ صدّیقی آپ کو سناتا ہوں۔

لیکن اس سے پہلے ایک بات کہتا ہوں کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص ایک گاؤں میں گیا، وہاں ایک بڈھا ملا، اس سے پوچھا کیا اس گاؤں میں ہلدی ملتی ہے؟ کہا: ہاں ملتی ہے۔ کہا: کیا بھاؤ ہے؟ بوڑھے نے کہا کہ ہلدی کا کوئی بھاؤ نہیں ہوتا، جتنا چوٹ پر آئے۔ یہ پوربی زبان ہے۔ یعنی جتنا چوٹ میں درد شدید ہو اتنا ہی ہلدی کا دام بڑھ جاتا ہے۔ پھر حضرت نے اشکبار آنکھوں سے فرمایا کہ اللہ والوں کی قدر ان ہی کو ہوتی ہے جن کے دل میں اللہ کی محبت کی چوٹ لگی ہوتی ہے۔

عشقِ صدیقی سے ایک مسئلۂ سلوک کا استنباط

اب اس کے بعد ذوقِ صدیقی پیش کرتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے دنیا والو! سنو، مجھے دنیا میں تین چیزیں بہت پسند ہیں: خوشبو، نیک بیوی اور نماز میری

آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ بیوی کو آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں فرمایا۔ یہ کیا ٹھنڈک ہے کہ آج ٹھنڈک ہے، کل کو اس کو موت آئے گی، تو گویا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو موت آگئی۔ نبوت کی جانِ عاشق نے نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا، نماز کی بدولت اللہ کے قُرب کی جو ٹھنڈک ہے یہی ٹھنڈک دائمی ہے، باقی سب چیزیں فانی ہیں، بنیاد اللہ کے اسی قرب پر رکھو۔ اس لکڑی پر سہارا مت لو جس کو دیمک کھا رہی ہو، کسی دن لکڑی ٹوٹے گی اور آپ زمین بوس ہو جائیں گے۔ لہٰذا احمقوں کی زندگی مت گزارو، اللہ کی یاد سے اپنے دل کا سہارا حاصل کرو جو غیر فانی ہے۔

اس موقع پر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے بھی کائنات میں تین چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ اپنی تین چیزیں پیش کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غور سے سنا کہ پتا نہیں! ابو بکر کو کیا چیزیں پسند ہیں؟ اللہ کے رسول بھی منتظر تھے کہ دیکھیں ابو بکر صدیق کیا چیز پیش کر رہا ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا **اَلنَّظَرُ اِلَیْكَ** اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نظر جب آپ کو دیکھتا ہوں تو کائنات کی ساری لذتوں سے زیادہ آپ کو دیکھنے میں مزہ آتا ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات سے اُن کے عشقِ نبوت کا پتا چلتا ہے، اس لیے اُمّت میں وہ اللہ کے بھی سب سے بڑے عاشق تھے، اللہ کی محبت کی وجہ سے ہی اُن کو اللہ کے رسول کو ایک نظر دیکھنا ساری کائنات سے زیادہ محبوب تھا۔ اس ذوقِ صدیقیت سے اہل اللہ کی محبت سیکھو۔ کیا فرمایا **اَلنَّظَرُ اِلَیْكَ** اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! جب آپ کو ایک نظر دیکھتا ہوں تو ایک نظر مجھے سارے عالَم سے لذیذ تر ہے۔ **وَالْجُلُوْسُ بَیْنَ یَدَیْكَ** اور جب آپ کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھے سارے عالم سے زیادہ لذیذ تر ہے کہ میں ایک سیکنڈ آپ کی صحبت میں بیٹھ جاؤں۔ اسی کو حکیم الامت نے فرمایا تھا کہ اہل اللہ کی صحبت ایک لاکھ سال کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے۔ اس کی شرعی دلیل مجھ سے کسی اور وقت میں پوچھ لینا، خانقاہ میں ابھی ٹھہرا ہوا ہوں۔ بخاری شریف سے ان شاء اللہ ثابت کروں گا۔ تو دو بات ہو گئیں۔ تیسری کیا ہے؟ **وَاِنْفَاقُ مَالِیْ عَلَیْكَ**[1] اور اپنا مال جب آپ پر خرچ کرتا ہوں تو اتنا

---

[1] کشف الخفاء للعجلونی: ۲۴۱/۱، دار احیاء التراث، بیروت

مزہ آتا ہے کہ سارے عالَم سے زیادہ یہ مجھے عزیز تر ہے۔ اس زمانے میں دو عمل صورتاً جاری ہیں نظر سے بھی دیکھتے ہیں اور پاس بھی بیٹھتے ہیں، لیکن تیسرے عمل میں اکثر کو کلام ہے۔ کہتے ہیں کہ گر جاں طلبی مضائقہ نیست و زر طلبی سخن در ایں است، جان مانگو تو حاضر، لیکن مال کی بات نہ کرنا۔ مرشد پر فدا ہونا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھو۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت کیوں تھی؟ کیوں کہ خالقِ کائنات اُن کے دل میں تھا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں سے محبت ہونا اللہ کی محبت کی دلیل ہے۔ جس کے دل میں اللہ ہوتا ہے اُس کی نگاہوں سے ساری کائنات گر جاتی ہے، ساری دنیا کی لیلائیں اُس کی نگاہوں میں بے قدر ہو جاتی ہیں، کیوں کہ ساری دنیا کی لیلاؤں کو نمک کون دیتا ہے؟ اللہ کے سوا کس کو یہ قدرت حاصل ہے؟ تو جس کے دل میں مولیٰ آتا ہے اس کے دل کا کیا عالم ہو گا؟ اس کے عالم کا جو عالم ہو گا سارا عالم اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ جس کو اللہ اپنی محبت کا درد دے دے تو ساری دُنیا کی چیزیں، سورج اور چاند، سلاطین کے تخت و تاج اس کی نظروں سے گر جاتے ہیں۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جس کے دل میں اللہ آتا ہے تو ایسا شخص سلاطین کے تخت و تاج سے فروخت نہیں ہوتا، سورج و چاند سے فروخت نہیں ہوتا، دنیا کے حسینوں سے اور دولتوں سے فروخت نہیں ہوتا کیوں کہ وہ اپنے قلب میں اُس مولیٰ کو لیے ہوئے ہوتا ہے جو مولیٰ سورج اور چاند کو روشنی کی بھیک دیتا ہے، جو مولائے کائنات سلاطین کو تخت و تاج کی بھیک دیتا ہے، جو مولائے کائنات ساری دنیا کی لیلاؤں کے چہروں کو نمک دیتا ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں آتا ہے تو اس کے دل کا کیا عالم ہو گا سارا عالم اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ جس کو اللہ والوں کی غلامی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا ایک ذرہ درد عطا فرما دیتا ہے وہی سمجھتا ہے کہ یہ کتنی عظیم نعمت ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اُس کے آگے خبر نہیں ہے

اللہ کے ذکر کی حالت میں کوئی تجلّی خواجہ صاحب کے قلب پر وارد ہوئی، اس کو تعبیر کرتے ہیں۔

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اُس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

زندگی زندگی سے رہی بے خبر
ہم نے دیکھے ہیں ایسے بھی اہلِ نظر

ہم نے ایسے اللہ والوں کو دیکھا ہے کہ زندگی بھر زندگی سے بے خبر رہے، اُن کو ہوش نہیں تھا کہ دنیا کہاں ہے۔

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
ان ہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی میں نے زیارت کی ہے، میں اُن کے جنازے میں بھی شریک تھا، اُن کی نمازِ جنازہ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ حضرت مفتی صاحب کی ایک خاص بات بتاتا ہوں۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آج گھر سے خط آیا ہے، سب بچے بیمار ہیں، بیوی بھی بہت بیمار ہے، اس کی وجہ سے میں بہت تشویش میں ہوں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفتی صاحب! جب مومن کا اعتقاد مقدر پر ہے تو پھر اس کو مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ نوٹ کرلیں یہ جامعہ کے بانی کی باتیں ہیں۔ سبحان اللہ! مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اُسی وقت دل میں برف کی طرح ٹھنڈک آگئی، تسلیم و رضا کی کیفیت طاری ہوگئی۔ سارے غم کو یہ تسلیم و رضا غمِ جاناں بنا دیتا ہے۔

آلام روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنا دیا

(جامع عرض کرتا ہے کہ مجلس میں ایک صاحب آنکھیں بند کیے ہوئے اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔ حضرت والا کی اُن پر نظر پڑی تو اُن سے تنبیہاً باندازِ مزاح فرمایا) دیکھیے آنکھ بند کر کے مجھ پر توجہ نہ ڈالیے، کبھی توجہ زیادہ تیز ہوجاتی ہے جس سے بے ہوش ہوجانے کا خطرہ ہوجاتا

ہے۔ میں ضعیف ہوں، اتنی توجہ دینی چاہیے کہ دوسرا برداشت بھی تو کر سکے، اس لیے عرض کرتا ہوں کہ میری گزارش کو آنکھ کھولے ہوئے سنو، آنکھ بند کرنے سے یا تو آپ کو نیند آجائے گی یا پھر مجھے مزہ نہیں آئے گا، مجھے کچھ مزہ آنکھوں سے آتا ہے۔ خواجہ صاحب نے جگر مراد آبادی سے کہا تھا؎

مے کشو یہ تو مے کشی رندی ہے مے کشی نہیں
آنکھوں سے تم نے پی نہیں آنکھوں کی تم نے پی نہیں

یعنی اللہ والوں کو آنکھوں سے ملتی ہے اور وہ آنکھوں کی پلاتے ہیں۔

میں آپ کو وہ واقعہ سناتا ہوں، جب حضرت مفتی صاحب نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ بیعت کرلیجیے۔ یہ بانیٔ جامعہ کی باتیں سنا رہا ہوں، اگرچہ آپ نے پہلے بھی سُنی ہوں گی، مگر تکرار میں مزہ آتا ہے، محبوب کی باتوں کا تکرار ہونا چاہیے یا نہیں؟

حدیثِ بخاری شریف کی عاشقانہ تشریح

اسی لیے بخاری شریف کی جو پہلی حدیث ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللہِ وَرَسُوْلِہٖ میں فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللہِ وَرَسُوْلِہٖ[۱۱] فرمایا، حالاں کہ مرجع اور ضمائر قریب تھے یعنی فَھِجْرَتُہٗ اِلَیْھِمَا نہیں فرمایا اور اس قریب مرجع کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور رسول کا دوبارہ نام لیا۔ سوال یہ ہے کہ یہ دوبارہ نام کیوں لیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ضمیر پر اکتفا کیوں نہیں کیا؟ محدثین اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ جانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عاشقانہ ذوق ظاہر فرمایا اِسْتِلْذَاذًا بِتَکْرِیْرِ اسْمِھِمَا[۱۲] یعنی جانِ نبوت نے اپنی لسانِ نبوت سے دوبارہ اللہ اور رسول کا نام لے کر مزہ حاصل کیا، یہاں اِسْتِلْذَاذًا مفعول لہ بیان ہو رہا ہے، یہ متن اور یہ شرح دلالت کرتی ہے کہ دین نام ہے عشق و محبت کا۔ اگر روح کو اللہ کی

---

[۱۱] صحیح البخاری: ۹۸۹/۲ (۶۶۳۰)، باب النیۃ فی الایمان، المکتبۃ المظھریۃ

[۱۲] فتح الباری: ۱۵/۱، کتاب بدء الوحی، دار المعرفۃ، بیروت

محبت حاصل نہ ہوئی، اہلِ عشق و محبت سے آپ نے محبت حاصل نہیں کی تو خالی علمِ دین کا جسم ملے گا، دین کی روح نہیں ملے گی اور خالی منبروں سے بھی کچھ نہیں ہو گا، جب تک کچھ دن اللہ والوں کی صحبت سے ہم لوگ درد حاصل نہ کرلیں۔ واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پھر ان شاء اللہ آپ کو کبھی کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہو گی، خود اللہ تعالیٰ امیروں کو آپ کے دروازے پر بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ذلیل نہیں کرتا۔ دیکھ لو یہ جامعہ بھی اس کی دلیل ہے۔ حضرت مفتی صاحب کیا دروازے دروازے قربانی کی کھال کے لیے جاتے تھے؟ وہ امیروں کے پاس جاتے تھے یا اُمراء اُن کے پاس آتے تھے؟ لیکن دل میں درد ہونا چاہیے۔ مُشک ہو گا تو عاشقانِ خوشبو خود آپ کے پاس پہنچیں گے اور جب دل میں کچھ نہیں ہو گا، خالی زبان پر اللہ ہو گا، علمِ دین زبان پر ہو گا، تو ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا زید سے عمرو کو ہمیشہ پٹواتے رہو گے، لیکن اپنے نفس کو مارنے کی توفیق نہیں ہو گی۔

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے عالم اور مفتی کی بیعت کی درخواست پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار شرطوں سے آپ کو بیعت کروں گا۔ آپ دورۂ حدیث دوبارہ دیوبند جا کر پڑھیں، کیوں کہ دورہ آپ نے غیر مقلدین سے پڑھا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آپ کے حروف قرآن پاک کے اعلیٰ درجہ کے نہیں ہیں، جس معیار کے آپ عالم اور مفتی ہیں اُسی معیار سے حروفِ قرآنِ پاک کی تصحیح کیجیے اور اُس قاری سے سند بھی لائیے کہ میں نے تجوید و قرأت کی مشق کرلی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تعلیمِ قرآن دی ہے وہاں کیفیتِ ادائیگی بھی اُن کو سکھائی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کی تفسیر میں دو جملے فرمائے ہیں: اَیْ يُفَهِّمُهُمْ اَلْفَاظَهٗ وَيُبَيِّنُ لَهُمْ كَيْفِيَّةَ اَدَاءِهٖ[۱۳] یعنی میرا نبی صحابہ کو الفاظِ قرآن کی تعلیم بھی دیتا ہے اور کیفیتِ ادائیگی بھی سکھاتا ہے، یہی تجوید کی دلیل ہے۔

---

[۱۳] روح المعانی: ۳۸۷/۱، البقرۃ (۱۲۹)، دار احیاء التراث، بیروت

تیسری شرط یہ ہے کہ چالیس خط مسلسل اصلاح کے لیے لکھیے، کیوں کہ اصلاح فرض ہے، بیعت سنت ہے اور اصلاح کے لیے بیعت شرط نہیں۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اپنے گھر میں سے یہ خط سند کا لائیے کہ یہ مولانا مجھ کو آرام سے رکھتا ہے، پٹائی نہیں کرتا، انڈا کھلاتا ہے، مرنڈا پلاتا ہے اور ڈنڈا نہیں لگاتا، اس کا سرٹیفکیٹ لائیے۔ اگر آج اس کی سند علماء اور مشائخ مانگ لیں تو جو خلیفہ بنے ہوئے ہیں اُن کی خلافت چھن جائے گی۔ میں نے بیویوں کو ستانے میں بعضے مولویوں کو نمبرون دیکھا ہے۔ خطابت کے بعد چوں کہ ہاتھ چومے جاتے ہیں، واہ واہ ہوتی ہے، چناں چہ وہ یہی توقع لے کر بیویوں کے پاس آتے ہیں کہ بیوی بھی ایسے ہی میرا ہاتھ چومے گی، لیکن بیویاں اتنی کہاں کسی کی ایسی معتقد ہوتی ہیں خواہ ساری دنیا معتقد ہو جائے۔

بیویوں سے حُسنِ سلوک کی ترغیب

حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے دُعا کی کہ اے اللہ! مجھے کوئی ایسی کرامت دے دے جسے میں اپنی بیوی کو دکھادوں اور یہ میری معتقد ہو جائے، ٹرٹر نہ کرے، کھٹ پٹ کھٹ پٹ باتیں نہ کرے، تو فوراً آسمان سے آواز آئی کہ تجھ کو کرامت دے دی گئی، اس چارپائی پر بیٹھ جا، یہ اُڑے گی، گھر کے اوپر تین چار چکر لگالے، تیری بیوی دیکھے گی کہ آج کوئی اُڑا جارہا ہے تو پھر بتادینا کہ میں ہی تھا۔ چناں چہ وہ چارپائی پر بیٹھ کر ہوا میں اُڑے، گھر کے اوپر سے کئی دفعہ گزرے۔ اب بڑھیا چشمہ لگائے ہوئے، بڑے غور سے دیکھ رہی تھی کہ آج کوئی بڑا بزرگ آیا ہے۔ جب وہ بزرگ اُتر کر آئے، تو اپنی بیوی سے کہا تم نے کوئی بزرگ اُڑتے ہوئے دیکھا؟ اُس نے کہا کہ ہاں ہاں دیکھا ہے، بزرگ اس کو کہتے ہیں جو ہواؤں پر اُڑتے ہیں، ایک تو ہے جو زمین پر دھرا رہتا ہے، مٹی کا ڈھیلا۔ اُن بزرگ نے دل میں سوچا کہ آج میں کامیاب ہو گیا، کیوں کہ معتقد تو ہو ہی گئی۔ کان میں کہا کہ اری نیک بخت! وہ بزرگ میں ہی تو تھا۔ تب اُس بڑھیا نے کہا اچھا آپ ہی تھے! افوہ جبھی تو میں کہوں کہ ٹیڑھا ٹیڑھا کیوں اُڑ رہا ہے۔ دیکھا آپ نے عیب نکال دیا کہ نہیں؟ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے، اگر سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائے گی۔ حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلْعِ اِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ[۱۴]

عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے، اگر اس سے فائدہ اُٹھانا ہے تو اس کے اسی ٹیڑھے پن کے ساتھ فائدہ اُٹھالو، ان کے ناز نخرے بھی برداشت کرلو۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! جب تو روٹھ جاتی ہے تو میں پہچان جاتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے؟ فرمایا جب تو روٹھ جاتی ہے تو یوں قسم کھاتی ہے وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کے رب کی قسم۔ اور جب خوش ہوتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۱۵] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم۔ تو معلوم ہوا کہ عورتوں کو کچھ ناز و نخرے کا بھی حق ہے ملّائیت ایسی نہیں ہونی چاہیے کہ بیوی سے بھی ایسی توقع رکھو کہ جیسے مقتدی ہاتھ پیر چومتے ہیں، بیوی بھی ایسے ہی ہاتھ چومے، وہ آپ کو نہیں چومے گی بلکہ آپ اُس کو چومیے، اُلٹی گنگا مت بہاؤ، اس لیے اُس کے گال پر بال نہیں ہیں۔ عورت کے گال پر بال اس لیے نہیں ہیں کہ شوہر اس سے فائدہ اٹھائیں اور مردوں کے لیے داڑھی کا حکم دے دیا گیا، تاکہ اُس کے گالوں کو فارغ البال دیکھ کر کوئی چُمّانہ لے لے۔ آج داڑھی کا راز سمجھ لو۔ میں نے آج تک جتنے شیر دیکھے اُن سب کے داڑھی تھی۔ میں جنوبی افریقہ کے ۳سو کلومیٹر کے جنگل میں بھی گیا۔ بیس بیس شیروں کو دیکھا، شکار کرکے اکٹھے جانور کو کھاتے ہیں، ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ شیر کو بیٹھے ہوئے دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شیخ کامل بیٹھا ہوا ہے۔ اگر دُم نہ ہو تو تمام شیر شیخ کامل معلوم ہوں، لیکن دُم سے وہ اپنی حیوانیت کا تعارف کراتے ہیں۔ میں اس لیے اس کو بیان کرتا ہوں کہ دُنیا بھر کے شیروں کو دیکھ لو، اُن کے داڑھی ہوتی ہے اور شیرنی کا گال چکنا ہوتا ہے اور شیر شیرنی کا بہت اکرام کرتا ہے۔ میں ابھی خود اپنی آنکھوں سے تازہ تازہ دیکھ کر آرہا ہوں کہ ایک شیرنی اور ایک شیر جنگل میں بیٹھے ہوئے تھے، شیرنی اُٹھ کر دس قدم آگے چلی گئی تو شیر صاحب اُس کے پیچھے پیچھے دست بستہ پا گرفتہ چلے جارہے ہیں۔ میں نے کہا کہ یااللہ!

---

[۱۴] صحیح البخاری:۲/۷۷۹(۵۲۰۰)،باب المداراۃ مع النساء،المکتبۃ المظہریۃ

[۱۵] صحیح البخاری:۲/۷۸۶(۵۲۴۳)،باب غیرۃ النساء ووجدھن،المکتبۃ المظہریۃ

یہ شیر جو بہادری میں مشہور ہے یہ بھی اپنی بیوی کا غلام بنا ہوا ہے۔ کمال ہے کہ سارا غرانا اور شیریت ختم، اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے، جہاں شیرنی جا کر بیٹھی یہ بھی وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا کہ سبق حاصل کرو۔ بیوی کی محبت شیروں سے سیکھ لو۔ میں بڑے بڑے جلسوں میں کہتا ہوں کہ اے مسلمان بھائیو! آپ شیر بننا چاہتے ہیں یا شیرنی؟ سب کہتے ہیں شیر۔ میں کہتا ہوں کہ شیر کے داڑھی ہوتی ہے؟ سب کہتے ہیں ہاں ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بس تم بھی داڑھی رکھ لو، شیر محمد نام رکھنے سے شیر نہیں ہو گے، داڑھی رکھنے سے شیر بنو گے۔

تو میں حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا واقعہ پیش کر رہا تھا۔ اگر یہاں تفسیر کا بیان رہ جائے گا تو آئندہ بیان کروں گا ان شاء اللہ۔ اس وقت تو جو مضمون دل میں آرہا ہے اسی کو بیان کروں گا، کیوں کہ دُعا کر کے بیٹھتا ہوں۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ انچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

کس کو حق ہے کہ وہ اللہ سے کہے کہ مجھے صاف والی پلاؤ یا تلچھٹ والی۔ جو میرا ساقی مجھے دے گا وہی پلاؤں گا۔

کہ انچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

مجھے میرا اللہ جو بھیک دے گا میں وہی پیش کروں گا۔ حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ دیو بند تشریف لے گئے اور دیو بند میں دورۂ حدیث کیا۔ چالیس خط لکھے۔ دو شرطیں پوری ہو گئیں، پھر اپنے شاگرد سے جس کو دورہ پڑھایا تھا اُسی سے تجوید و قرأت سیکھی۔

ایں چنیں شیخے گدائے کو بہ کو
عشق آمد لا ابالی فاتقوا

عشق اس کو کہتے ہیں کہ اتنا بڑا شیخ، اتنا بڑا عالم، اتنا بڑا مفتی اپنے شاگرد سے قرأت کی مشق کر رہا ہے، پھر سند لی کہ بیٹا مجھے کچھ لکھ دو، کیوں کہ مجھے بیعت ہونا ہے۔ شاگرد نے لکھ دیا کہ حضرت تجوید و قرأت میں اوّل نمبر آگئے ہیں۔ تین شرطیں ہو گئیں۔

اب جناب اپنے گھر میں کہا کہ دیکھو زندگی بھر کوئی خطا قصور جو مجھ سے ہوا ہو معاف کردو۔ ایک جملہ لکھ دو کہ یہ مُلّا مجھے آرام سے رکھتا ہے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے، لیکن کس طریقے سے کہا اور کیسے تلافی کی؟ اوّل تو یہ حضرات اللہ والے تھے، کوئی اللہ والا کسی کو ستاتا ہی نہیں، چیونٹیوں کو بھی نہیں ستاتا۔

تفسیرِ ابرار

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری عمدۃ القاری میں ابرار کی تفسیر کرتے ہوئے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ابرار کون لوگ ہیں۔ قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِ الْاَبْرَارِ: اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْذُوْنَ الذَّرَّ وَلَا یَرْضَوْنَ الشَّرَّ[16] جو چیونٹی کو بھی تکلیف نہیں دیتے اور کسی شر اور نافرمانی سے اپنے دل کو خوش نہیں کرتے، بلکہ صدمہ و غم محسوس کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک ولی اللہ جارہا تھا، اس نے کسی کو گناہ کرتے دیکھ لیا، خود گناہ نہیں کیا، صرف گناہ کرتے دیکھ لیا۔ لوٹ آئے اور چارپائی پر لیٹ گئے اور صدمہ و غم سے روتے رہے کہ آہ! میرے اللہ کی نافرمانی کی جارہی ہے، یہاں تک کہ جب پیشاب ہوا تو پیشاب میں خون آگیا۔ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ہیں اللہ والے کہ جن کو خدا کی نافرمانی دیکھ کر اتنا غم ہوا کہ پیشاب میں خون آگیا۔ ایک ہم لوگ ہیں کہ اگر کہیں گناہ کرتے دیکھ لیں، تو دل میں گندے خیالات آجاتے ہیں کہ اپنا بھی حصہ لگالو۔

(مرتب عرض کرتا ہے کہ مجلس میں موجود کچھ حضرات ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے، اُن سے حضرت والا نے فرمایا کہ) میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ بجائے آنے جانے والوں کو دیکھنے کے آپ کا رخ میری طرف ہونا چاہیے۔ دیکھیے، ریڈیو کی سوئی جہاں گھمادو اسی ملک کی خبر آنے لگتی ہے۔ اگر ریاض سے لگ گئی تو کعبہ شریف کا لبیک آنے لگے گا، ماسکو پر چلی گئی تو روس کی خبریں آنے لگیں گی۔ اللہ والے جب اپنے دل کی سوئی اللہ تعالیٰ کی طرف کرلیتے ہیں، تو عالمِ غیب سے علوم کا الہام ہونے لگتا ہے، عالمِ غیب سے خبریں آنے لگتی ہیں۔ تو میں عرض کررہا تھا

---

[16] عمدۃ القاری: ۲۱۸/۱ باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

یہی وہ جامعہ اشرفیہ ہے جس میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے دورۂ حدیث کی تکمیل میں طلبا سے فرمایا کہ جاؤ، کسی اللہ والے سے دردِ محبت سیکھ لو۔ پھر کیا ہو گا؟ اگر آپ لوگوں نے کسی اللہ والے کے پاس دردِ دل حاصل کر لیا تو آپ کا منبر منبر ہو گا، آپ کا سجدہ سجدہ ہو گا آپ کی تلاوت تلاوت ہو گی، آپ کی تقریر سحر بیانی ہو گی، جہاں جائیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو چمکائے گا۔ شیخ عبد القادر جیلانی بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے علماء حضرات! مدارس سے نکل کر مسجدوں کے منبر پر مت بیٹھو، جاؤ چھ مہینے کسی اللہ والے، کسی صاحبِ نسبت، درد بھرے دل والے کے پاس رہو، تاکہ دل میں اللہ کی محبت اور اخلاص پیدا ہو جائے، دردِ دل عطا ہو جائے، پھر ان شاء اللہ جہاں بھی رہو گے آپ کے علم کی خوشبو پھیل جائے گی۔

مجاہدہ، تزکیہ اور صحبتِ اہل اللہ کا ربط

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کباب کچا ہو، تلا نہ جائے تو صورتِ کباب تو ہے، سارے اجزا اس میں کباب کے موجود ہیں، بڑی الائچی، لونگ، تیز پات، پسا ہوا قیمہ سب کچھ ہے، مگر کچی ٹکیہ ہے، آگ نہیں لگائی تھی، تیل میں نہیں تلا گیا، مجاہدے سے نہیں گزارا گیا، تو بتاؤ اس کباب کو کھا کر لوگوں کو قے ہو گی یا نہیں؟ لیکن اگر وہی کباب سرسوں کے تیل میں تلا جائے، تو اس کی خوشبو سارے محلے میں پھیل جاتی ہے۔ ایک ہندو نے جب کباب کی خوشبو سونگھی تو کہا کہ بوئے کباب مارا مسلمان کرد۔ اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مسلمان کر دیا۔ آہ! ہم لوگ بھی کچے کباب ہیں، صورت مولویوں کی سی ہے، حقیقت میں کچھ نہیں۔ امت ہمیں دیکھ کر کہتی ہے کہ مولویوں کی بات کون سنے، ان کی باتوں میں مزہ نہیں، لیکن آہ! اگر ہم لوگ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر مجاہدے سے گزر جائیں تو سارے عالم میں ہمارے علم کی خوشبو پھیل جائے گی۔

لیکن مجاہدہ اپنی مرضی سے نہیں، کسی اللہ والے کی نگرانی میں ہونا چاہیے۔ ایک عالم شیخ الحدیث نے حکیم الامت سے عرض کیا کہ اپنا تزکیہ ہم خود کیوں نہیں کر سکتے؟ جب ہم

بخاری شریف پڑھاسکتے ہیں تو اپنا تزکیہ بھی خود کرسکتے ہیں۔ حکیم الامت نے فرمایا: مولانا! تزکیہ فعل لازم ہے یا فعل متعدی ہے؟ بس کہنے لگے سمجھ گیا۔ فعل لازم تو اپنے فاعل پر تمام ہو جاتا ہے، فعل متعدی اپنے فعل پر تمام نہیں ہو سکتا۔ جب ایک مزکّی ہو ایک مُزکّٰی ہو، اب تزکیہ کا فعل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ **كَانُوْا يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ** یہ آیت نازل نہیں ہوئی کہ صحابہ خود اپنا تزکیہ کرتے تھے، بلکہ فرمایا: **يُزَكِّيْهِمْ** ہمارے نبی صحابہ کا تزکیہ کرتے ہیں۔

مکاتبِ قرآنیہ کے قیام کا ثبوت

جو آیت تلاوت کی گئی اس سے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مقاصد ثابت ہوتے ہیں **يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ** ہمارے نبی صحابہ پر آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ چناں چہ ساری دنیا میں جہاں جہاں قرآنِ پاک کے مکاتب ہیں، جہاں حفظ و ناظرہ اور قرأت و تجوید پڑھائی جاتی ہے، سب اس آیت کے مظاہر ہیں اور ان سے مقصدِ بعثتِ نبوت کا ایک حق ادا ہو رہا ہے۔ تلاوت کے متعلق امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ جتنی کتابیں نازل ہوئیں توریت، زبور، انجیل ان کے ساتھ تلاوت کی لغت کا استعمال جائز نہیں ہے۔ دیکھو تفسیر مفردات القرآن۔ فرماتے ہیں کہ تلاوت کا لفظ صرف قرآنِ پاک کے لیے خاص ہے،[۱۷] یہ اس کلام اللہ کی عظمت ہے، کیوں کہ اسے قیامت تک قائم رکھنا ہے، اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے، لہٰذا جو قرآنِ پاک کے مدرسے قائم کرتے ہیں، جو اپنے بچوں کو حافظ بناتے ہیں، جو ان مدارس سے جانی و مالی تعاون کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے سرکاری کام کے ممبر ہیں۔ پس قرآنِ مجید کی عظمتِ شان کے سبب تلاوت کا لفظ صرف قرآنِ پاک کے لیے خاص ہے، سابقہ کُتبِ آسمانی کے لیے جائز نہیں۔

مدارسِ علمیہ کے قیام کا ثبوت

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ سے دارالعلوم کا حق ادا ہو رہا ہے، دارالعلوم **يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ**

---

[۱۷] مفردات غرائب القرآن للاصفهانی: ۱/۷۵، کتاب التاء، موقع یعسوب

کے مظاہر ہیں، جہاں کتاب کے معنیٰ بتائے جاتے ہیں، تفسیر پڑھائی جاتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ** کی دو تفسیریں ہیں **اَیۡ یُفَہِّمُہُمۡ اَلۡفَاظَہٗ** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ پاک کے الفاظ سکھاتے ہیں، اس کے معانی بتاتے ہیں۔ اس تفسیر کے مظاہر مدارسِ علمیہ ہیں، جہاں قرآن کے معانی و تفسیر پڑھائی جاتی ہے اور **یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ** کی دوسری تفسیر ہے **وَ یُبَیِّنُ لَہُمۡ کَیۡفِیَّۃَ اَدَاءِہٖ**[۱۸] اور الفاظ قرآنِ پاک کی کیفیتِ ادا بھی سکھاتے ہیں۔ اس تفسیر سے پتا چلا کہ جہاں قرأت و تجوید کے مکاتب ہیں وہ اس آیت کا مظہر ہیں۔

تعلیم کتاب اور حکمت کا ربط

تعلیم کتاب کے ساتھ حکمت کو بیان فرما کر یہ تعلیم دے دی کہ معلم کو حکیم ہونا چاہیے، یعنی معلم ایسا ہو جو کتاب کو حکمت کے ساتھ پڑھائے، یعنی لوگوں کو فہمِ دین کی تعلیم دے اور حکمت کی پانچ تفسیریں ہیں:

تفسیرِ اوّل

حَقَائِقُ الۡکِتَابِ وَدَقَائِقُہٗ، وہ معلم کتاب اللہ کے حقائق و اسرار و معارف اور باریکیاں سمجھائے۔

تفسیرِ دوم

طَرِیۡقُ السُّنَّۃِ، وہ معلم ایسا ہو جو سنت کا طریقہ سکھائے۔ سنت کا ہر طریقہ حکمت ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے پوری تفسیرِ قرآن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔

تفسیرِ سوم

اَلۡفِقۡہُ فِی الدِّیۡنِ، دین کی سمجھ پیدا ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

---

۱۸ روح المعانی:۱/۳۸۷،البقرۃ(۱۲۹)،دار احیاء التراث،بیروت

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی سنت تحنیک ادا کرتے وقت دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْهُ اِلَی النَّاسِ[19]

اے اللہ! حسن بصری کو دین کی سمجھ عطا فرما اور لوگوں میں محبوب کر دے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعا کتنی جامع ہے اور دُعا کے دونوں جملوں میں ایک خاص ربط ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا۔ دین کی سمجھ کے ساتھ لوگوں میں محبوبیت کیوں مانگی؟ اس لیے کہ اگر کسی میں دین کی سمجھ تو ہو، لیکن لوگوں میں محبوب نہ ہو تو لوگ اس سے دین نہیں سیکھیں گے اور اگر لوگوں میں محبوب ہو، لیکن فقیہ نہ ہو تو بدعت و گمراہی پھیلائے گا۔ محدثین لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعابِ دہن کی کرامت ہے کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عالم ہوئے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابی اپنے شاگرد خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب بلاتے تھے تو فرماتے تھے یامولانا الحسن! کبھی حسن نہیں کہا۔

چوتھی تفسیر

مَا یُکَمِّلُ بِهِ النُّفُوْسَ مِنَ الْاَحْکَامِ وَالْمَعَارِفِ جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نفوسِ صحابہ کی تکمیل فرماتے تھے۔

پانچویں تفسیر

وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ مَحَلِّهٖ[20] ہر شئ کو اس کے محل میں رکھنا۔ یہ سکھایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے، یہ تفسیر ہے حکمت کی، نوٹ کر لیجیے گا۔ یہ پکی پکائی کھچڑی کھالو، اس میں آسانی بھی ہے اور یہ طریقِ نبوت ہے۔ نبی کی زبان سے اور صحابہ کے کانوں سے علم چلتا ہے، لہٰذا سننے سے جو تقریر ذہن میں آتی ہے خود کتاب دیکھنے سے وہ بات نہیں پیدا ہوتی۔ بتا رہا ہوں، یہ طریقِ صحابہ ہے۔ بتائیے! صحابہ نے کتاب پڑھی تھی یا زبانِ نبوت سے علم حاصل کیا تھا؟ بس سمجھ لو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر علم ایسے ہی چلا ہے۔

---

[19] تهذيب الكمال: ١٠٤/٦، باب الحاء من اسمه حسن، مؤسسة الرسالة

[20] روح المعانی: ٣٨٧/١، البقرة (١٢٩)، دار احياء التراث، بيروت

خانقاہوں کے قیام کا ثبوت

اس کے بعد یُزَکِّیۡهِمۡ کے کیا معنیٰ ہیں؟ اس کی تین تفسیریں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائیں۔ آج آپ سے کوئی پوچھے کہ تزکیۂ نفس کیا ہے؟ خانقاہوں میں کیا ہوتا ہے؟ تو بتا دیجیے کہ خانقاہ یُزَکِّیۡهِمۡ کا مظہر ہے۔ خانقاہ وہ ہے جہاں جاہ کا جیم اور باہ کی باء نکالی جائے اور خالص آہ رہ جائے، تو آہ اور اللہ میں کوئی فاصلہ نہیں ہے، ہماری آہ کو اللہ نے اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ جہاں آہ کو جاہ اور باہ سے پاک کیا جائے یعنی جہاں جاہ و تکبر مٹایا جائے اور باہ و شہوت، بد نظری اور عشقِ غیر اللہ سے دل کو پاک کیا جائے اس کا نام خانقاہ ہے۔ خانقاہ نام حلوہ کھانے کا نہیں ہے جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں۔ خانقاہ کی تعریف پر میرا شعر ہے؎

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اخترؔ ہے اصلی خانقاہ

اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر وہ خانقاہ نہیں ہے خواہ مخواہ ہے اور شاہ صاحب کیا ہیں سیاہ صاحب ہیں۔

تزکیہ کی اہمیت

تزکیہ بھی بعثتِ نبوی کا ایک اہم مقصد ہے۔ دل کا غیر اللہ سے پاک ہو جانا اور دل میں اخلاص پیدا ہو جانا اسی پر اعمال کا قبول موقوف ہے۔ میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں فرمایا کہ مدارس و مکاتب سے اعمال کا وجود ملتا ہے، تبلیغی جماعتوں سے اعمال کا وجود ملتا ہے اور خانقاہوں سے، اللہ والوں سے اعمال کا قبول ملتا ہے۔ خانقاہ کے معنیٰ ہیں ”جائے بودن درویشاں“ درویشوں کے رہنے کی جگہ۔ خانقاہوں میں بعثتِ نبوی کا ایک اہم مقصد پورا کیا جاتا ہے یعنی نفس کا تزکیہ۔

تزکیہ کی پہلی تفسیر

یُزَکِّیۡهِمۡ کی پہلی تفسیر کیا ہے؟

فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یُطَہِّرُ قُلُوۡبَ الصَّحَابَۃِ عَنِ الۡعَقَائِدِ الۡبَاطِلَۃِ وَعَنِ الۡاِشۡتِغَالِ بِغَیۡرِ اللّٰہِ

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے دلوں کو پاک کرتے ہیں باطل عقیدوں سے اور غیر اللہ کے ساتھ دل لگانے سے۔ شیخ اور مربی بھی علیٰ سبیل نیابت غیر اللہ سے دل لگانے سے پاک کرتا ہے۔ اصل تزکیہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے مگر نبوت ختم ہوچکی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائبین یعنی اولیاء اللہ، مشایخ اور بزرگانِ دین علیٰ سبیلِ نیابت قیامت تک یہ فریضہ انجام دیتے رہیں گے اور باطل عقیدوں اور غیر اللہ سے دلوں کو پاک کرتے رہیں گے۔ خانقاہوں میں یہی کام ہوتا ہے۔

تزکیہ کی دوسری تفسیر

تزکیہ کی دوسری تفسیر کیا ہے؟ قلوب کی طہارت کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے نفوس کی طہارت بیان کی:

فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یُطَہِّرُ نُفُوْسَ الصَّحَابَۃِ عَنِ الْاَخْلَاقِ الرَّذِیْلَۃِ

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے نفوس کو پاک کرتے ہیں گندے اخلاق سے۔ گندے اخلاق کیا ہیں؟ مثلاً: کبر ہے، عجب ہے، حرص ہے، غصہ ہے، شہوت ہے، نہ دیکھا حلال نہ دیکھا حرام، جہاں دیکھا نمکین چہرہ، وہیں کھالیا نمک حرام اور نمک حرامی شروع کردی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے نفوس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرتے تھے۔

تزکیہ کی تیسری تفسیر

فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یُطَہِّرُ اَبْدَانَ الصَّحَابَۃِ عَنِ الْاَنْجَاسِ وَالْاَعْمَالِ الْقَبِیْحَۃِ[1]

صحابہ کے بدن کو بھی پاک کرتے ہیں۔ کیسے؟ نجاستوں سے اپنے کو پاک رکھنا اور اعمالِ قبیحہ سے بچنا سکھاتے ہیں۔

---

[1] التفسیر المظہری:۲/۱۶۶بلوچستان بك دبو

تعلیم و تزکیہ کی تقدیم و تاخیر کے بعض عجیب اسرار

میرے شیخ اوّل حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآنِ پاک میں بعض جگہ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ مقدم ہے اور یُزَکِّیْھِمْ مؤخر ہے اور بعض جگہ اس کے برعکس ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ جہاں تعلیمِ کتاب مقدم ہے وہاں علومِ دینیہ کی عظمت کا بیان ہے، تاکہ صوفیا علومِ دینیہ سے مستغنی نہ ہوں اور شریعت و طریقت کو الگ الگ نہ سمجھیں اور جہاں تزکیہ مقدم ہے، وہاں علمائے دین کو تنبیہ ہے کہ تزکیہ کی نعمت سے غافل نہ ہونا۔ اس کی حضرت نے عجیب مثال دی تھی کہ ظرف کی صفائی سے مقصود مظروف ہوتا ہے، شیشی کی صفائی سے مقصود عطر ہوتا ہے کہ صاف شیشی میں ڈالا جائے، تعلیمِ کتاب کے تقدم میں علم کی عظمت کا بیان ہے کہ صوفیا عمر بھر قلب کی شیشی ہی نہ دھوتے رہیں، علومِ دین کی بھی فکر کریں اور تزکیہ کے تقدّم میں علمائے کرام کو ہدایت ہے کہ قلب کی شیشی کی صفائی کی فکر کریں کہ گندی شیشی میں عطر کی خوشبو ظاہر نہ ہوگی، غیر مزکّٰی قلب سے فیضانِ علوم نہ ہوگا۔

اس کے بعد اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ کا اس آیت سے کیا ربط ہے، یعنی تزکیۂ نفس سے کیا ربط ہے؟ چوں کہ نفس سے لڑنا آسان نہیں ہے، اس لئے اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ فرما کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں سکھادیا کہ اے اللہ! نفس سے مقابلہ مشکل ہے، آپ نے اس کو اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ فرمایا ہے یعنی کَثِیْرُ الْاَمْرِ بِالسُّوْءِ بہت زیادہ برائی کا حکم کرنے والا اور سوء اسم جنس ہے جو ساری دنیا کی برائیوں کو شامل ہے۔ یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ السُّوْءِ میں الف لام جنس کا ہے اور جنس وہ کلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو۔ معلوم ہوا کہ قیامت تک جتنے گناہ ہوں گے سب اس السُّوْءِ میں شامل ہیں، نزولِ قرآن کے وقت جو گناہ تھے اور آج نئے نئے گناہ کے جو طریقے ایجاد ہو رہے ہیں سب اس میں شامل ہیں۔ لیکن ان سے کیسے بچیں گے؟ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ [۲۲] یہ مَا کیا ہے؟ یہ مصدریہ، ظرفیہ، زمانیہ ہے، تین نام ہیں اس کے، اس لیے مفسرِ اعظم علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

---

[۲۲] یوسف: ۵۳

نے اس آیت کے ترجمہ میں بھی اس کی رعایت کی، اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ[۲۳] یعنی جب ہمارے رب کی رحمت کا سایہ ہو گا تب ہی ہم اس ظالم نفس سے بچ سکتے ہیں، فِی سے ظرفیہ بنایا، وقت سے زمانیہ بنایا اور رحم سے مصدر بنایا، لہٰذا یہ مَا ظرفیہ زمانیہ اور مصدریہ بن گیا۔ جب تک اللہ کی رحمت کا سایہ ہو یہ نفس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اللہ کی رحمت کا یہ سایہ کب ملتا ہے؟ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ[۲۴] کی دعا سے ملتا ہے، جس کا ترجمہ ہے کہ اے زندہ حقیقی! اے سنبھالنے والے! میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ میری ہر حالت کو درست فرما دیجیے اور پلک جھپکنے بھر بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کیجیے، اور پھر اہل اللہ کی صحبت ہو، کیوں کہ صحبت اہل اللہ میں خاصیت ہے کہ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ[۲۵] ان کے پاس کا بیٹھنے والا شقی یعنی بدبخت نہیں رہ سکتا اور جب شقاوت نہیں ہو گی تو رحمت مل جائے گی، شقاوت کے ساتھ لعنت لازم ہے۔ علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لعنت کے معنیٰ ہیں خدا کی رحمت سے دُوری اور برکت کے معنیٰ کوئی پوچھے تو بتا دینا کہ برکت کے معنیٰ ہیں فیضانِ رحمتِ الٰہیہ۔

اسمائے اعظم عَزِیْزٌ و حَکِیْمٌ کا تزکیۂ نفس سے ربط

بس اب تقریر ختم ہو رہی ہے۔ عَزِیْزٌ کے معنیٰ کیا ہیں؟

اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یُعْجِزُهٗ شَیْءٌ فِی اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ

یعنی جو ہر شیٔ پر قادر ہو اور جس کے استعمالِ قدرت میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکے، مثلاً سارا عالم مل کر کہے کہ میں اس کو ولی اللہ نہیں ہونے دوں گا، مگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرمالیں کہ مجھے اپنے اس بندے کا تزکیہ کرنا ہے، اس کو ولی اللہ بنانا ہے، تو اللہ کے ارادے پر مراد کا تخلف محال ہے اور مراد حاصل ہونا لازم ہے، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دُعا کے فوراً بعد

۲۳؎ روح المعانی: ۲/۱۳، یوسف (۵۳)، دار احیاء التراث، بیروت

۲۴؎ کنز العمال: ۲/۱۳۹، (۳۴۹۸)، الباب الثامن: الدعاء، الفصل الخامس: الادعیة المؤقتة، الفرع الثالث: ادعیة الصباح والمساء، مؤسسة الرسالة

۲۵؎ صحیح البخاری: ۲/۹۴۸ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، المکتبة المظهریة

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ فرما کر بندوں کے ضعف کا اعتراف کیا کہ اے اللہ! نفس کا تزکیہ تو مشکل ہے، لیکن آپ ایسے قادرِ مطلق ہیں کہ آپ کے استعمالِ قدرت میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ آپ ہمارے تزکیۂ نفس کا اگر ارادہ فرمالیں کہ ہمیں اس بندے کو اپنا بنانا ہے، تو پھر اگر ہمارا نفس بھی چاہے کہ ہم اللہ والے نہ بنیں، تو واللہ! کہتا ہوں کہ اللہ کے ارادے کو مراد تک پہنچنا لازم اور تخلف محال ہے، اس لیے تزکیۂ نفس کے ساتھ اس آیت کا جوڑ ہے۔ بعض بڑے بڑے سالکین جو اللہ کے راستے میں چلے، ذکر اللہ بھی کیا، اللہ والوں سے بھی رابطہ کیا، لیکن اللہ کی صفت عَزِیْزٌ کا ظہور نہیں ہوا تو نفس نے ان کو گرا دیا، کوئی جاہ سے گر گیا، کوئی شہوت اور باہ سے گر گیا، گناہوں میں مبتلا ہوگئے اور اللہ تک نہ پہنچ سکے۔

اس لیے اس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے آیت کا ربط یہ ہے کہ اے خدا! جو بندہ آپ کی راہ میں سلوک طے کرے، اپنے نفس کے تزکیہ کی فکر کرے، اللہ والوں کی صحبتوں میں جائے تو آپ بھی ارادہ فرمالیجیے، کیوں کہ آپ ہر شئ پر قادر ہیں اور آپ کی قدرت ایسی ہے کہ سارے عالم کے شیاطین، سارے عالم کے نفوس خبیثہ آپ کے ارادے میں خلل انداز نہیں ہوسکتے، اس لیے جو بندہ تزکیۂ نفس کا ارادہ کرے آپ اس کی مدد فرمادیجیے۔

اور حَکِیْمٌ کی تفسیر سن لیجیے کہ جب تک بندوں کا تزکیۂ نفس اور صفائی نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ اپنی نسبت عطا نہیں فرمائیں گے، کیوں کہ نسبت کے معنیٰ ہیں کہ بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو اور اللہ تعالیٰ کا تعلق بندے سے ہو۔ نسبت نام ہے تعلقِ طرفین کا، یک طرفہ تعلق کا نام نسبت نہیں ہے۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

لہٰذا فرمایا کہ اے خدا! جب آپ تزکیۂ نفس فرمائیں گے تو پھر آپ کی حکمت کا تقاضا ہوگا وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ مَحَلِّہٖ کا، کیوں کہ حَکِیْمٌ کے معنیٰ ہی ہیں ہر شئ کو اس کے محل میں رکھنے والا۔ لہٰذا جب بندے کا تزکیہ ہوگیا، دل پاک صاف ہوگیا تو اس کا محل اس قابل ہوگیا کہ اب آپ اپنی محبت، اپنا درد، اپنی نسبت اس کو عطا فرمادیں۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسمِ اعظم اَلْعَزِیْزُ لے کر اللہ تعالیٰ سے گویا عرض کر دیا کہ ہم کمزور ہیں، مگر آپ عزیز ہیں صاحبِ قدرت ہیں، اگر آپ ہمارے تزکیۂ نفس کا ارادہ فرمالیں تو واللہ! سارا عالم اگر کہے کہ اس کو ولی اللہ نہیں بننے دیں گے، یہاں تک کہ وہ ظالم خود بھی کہے کہ میں ولی اللہ نہیں بنوں گا، لیکن آپ کے ارادے کے سبب یقیناً یقیناً یقیناً وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا، کیوں کہ اللہ کے ارادے پر مراد کا ترتب لازم اور تخلف محال ہے، لہٰذا یہاں لفظ اَلْعَزِیْزُ کے استعمال کا مدعا یہ ہے کہ ہم ضعیف ہیں، آپ اپنی قدرتِ غالبہ، کاملہ، قاہرہ کو استعمال کیجیے کہ جو سالکین کرام ہیں اور آپ کی راہ میں تزکیہ چاہتے ہیں، ولی اللہ بننا چاہتے ہیں، آپ اپنی رحمت سے اپنی مددان کے شاملِ حال فرما دیجیے، صفتِ عَزِیْزٌ کا ان پر ظہور فرما دیجیے، تاکہ ان کی کمزوریاں طاقت سے تبدیل ہو جائیں، ان کے ارادے مراد تک پہنچ جائیں۔

اور اسم اعظم اَلْحَکِیْمُ کیوں نازل ہوا؟ جب آپ تزکیہ عطا فرماویں گے، دل کو پاک فرمادیں گے تو یہ دل عطائے نسبت کا محل ہو جائے گا، کیوں کہ وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّہٖ یعنی کسی شیٔ کو غیر محل میں رکھنا تو ظلم ہے اور آپ ظلم سے پاک ہیں اور وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ مَحَلِّہٖ کسی شیٔ کو اس کے محل میں رکھنا عینِ عدل ہے، عینِ کرم ہے، لہٰذا جب آپ کی صفت عزیز کے ظہور سے ان کا تزکیہ ہو جائے گا تو آپ کی حکمت خود متقاضی ہو گی کہ اس بندے نے اتنی محنت کی، اس کا دل مجلّی مصفّی ہو گیا، لہٰذا اب اس کے دل کو اپنی نسبت بھی دے دوں، اس کو ولی اللہ بھی بنادوں اور اس کے دل میں اپنی نسبتِ خاصہ کی تجلیات عطا فرمادوں۔

شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کوئی عطر خرید تا ہے تو بتاؤ شیشی گندی رکھتا ہے یا شیشی دھولیتا ہے؟ دھولیتا ہے نا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی شرط لگادی کہ جب دل کا تزکیہ کرو گے، تزکیہ کے لیے مشقت اُٹھاؤ گے اور جب دل صاف ہو جائے گا تب اپنی نسبت، اپنا خاص تعلق عطا کروں گا۔ تم کسی گندے گھر میں مہمان بننا پسند کرتے ہو؟ کسی گھر میں کتے بلی کا پاخانہ پڑا ہو وہاں رات گزارو گے؟ تو تم کیا چاہتے ہو کہ بد نظری بھی کرو، دل میں زنا کے خبیث اور گندے خیالات بھی لاؤ، کان سے گانے بھی سنو، وی سی آر بھی دیکھو، کسی کی ماں بہن بیٹی کو بھی دیکھو، اپنی بھابھی اور خالہ زاد، چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد بہنوں

سے شرعی پردہ بھی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ایسے گندے اور ناپاک دل میں اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہوجائے! ناممکن ہے، ناممکن ہے، ناممکن ہے۔ بتاؤ بد نظری کیا چیز ہے؟ آپ نے بخاری شریف کی حدیث پڑھی ہوگی، زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ[۲۶] آنکھوں کا زنا ہے بد نظری۔ تو زناکار ولی اللہ ہوسکتا ہے؟ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

اب سوال یہ ہے کہ تقویٰ کی مشق کیسے ہو؟ آنکھوں پر، کانوں پر، غرض سارے اعضا پر تقویٰ نافذ کرنے کی مشق کیسے ہوگی؟ تو یہ مشق خانقاہیں کرائیں گی بشرطیکہ وہ خانقاہ کسی سچے اللہ والے کی ہو، حلوے مانڈے والی خانقاہ نہ ہو۔ دیکھو حکیم الامت کے صدقے میں لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے یہ جامعہ ہے۔ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سراپا اس بات کی ہدایت ہیں کہ اتنے بڑے عالم ہوکر تھانہ بھون گئے، اپنے نفس کو مٹایا، صاحبِ نسبت ہوئے اور پھر ایک عالَم ان سے فیض یاب ہوا۔

حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی محنت کرلو، نفس کو اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر مٹالو، نفس کی حرام خواہشات کا خون کرنے کی مشق کرلو یعنی حرام خواہشوں پر عمل نہ کرو تو ایک جہاں تم سے زندہ ہوگا، یہ مت سمجھو کہ خواہشات مٹ جائیں گی تو ہم بھی مٹ جائیں گے۔ نہیں اے دوستو! نفس کو مٹاکر تو دیکھو تم خود زندہ ہوجاؤ گے اور ایک جہاں تم سے زندہ ہوگا، یعنی تم خود ولی اللہ ہوجاؤ گے اور تمہاری برکت سے لاکھوں ولی اللہ پیدا ہوں گے۔ اے سالکین! اگر تم اپنے نفس کی جاہ اور باہ کو مٹالو تو تم مٹو گے نہیں، ایک عالَم تم سے زندہ ہوگا۔ مولانا رومی کا ذرا اسلوبِ بیان تو دیکھو۔ فرماتے ہیں؎

نفس خود را کش جہانے زندہ کن

اپنے نفس کو قتل کردو تو ایک جہاں تم سے زندہ ہوگا۔ اب دو شعر بھی سن لو، لندن کا شعر سنارہا ہوں۔ بتائیے باہر کی چیز کی قدر ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر چاقو لینے جائیں اور اس پر پاکستانی لکھا ہوا ہو تو آپ اس کو نہیں لیتے اور ایک پر لکھا ہوا ہو Made in Germany تو آپ کہتے ہیں کہ یہی دے دو۔ تو میں بھی لندن کے دو اشعار سنانا چاہتا ہوں یعنی Made in London

---

۲۶؎ صحیح البخاری: ۲/۹۲۲، ۹۲۳ (۶۲۷۵)، باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظہریۃ

ایک مولانا صاحب نے مجھ سے لندن میں کہا کہ تمہارا بیان بڑا دردبھرا تھا، تو میں نے کہا کہ اس پر میرا شعر سُن لو جو ابھی ابھی وارد ہوا ہے ۔

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

اور بنگلہ دیش کا ایک تازہ شعر سن لو ۔

اس درجہ حلاوت ہے مرے طرزِ بیاں میں
خود میری زباں اپنی زباں چوس رہی ہے

ذرا غور سے سننا، نہیں تو کہوگے کہ دوسرے کی زبان چوس رہے تھے ۔

خود میری زباں اپنی زباں چوس رہی ہے

سائیں توکل شاہ تھانہ بھون میں ایک بزرگ تھے۔ اُنہوں نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تھا کہ مولوی جی! جب میں اللہ تعالیٰ کا نام لوں ہوں تو میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے۔ پھر فرمایا مولوی جی اللہ کی قسم! منہ میٹھا ہو جاوے ہے۔ یہ مظفر نگر کی بولی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ اپنے نام میں بے شمار حلاوت دیتے ہیں۔ وہ گنے میں رس پیدا کرتا ہے اور ساری کائنات کو شکر دیتا ہے۔ تو جو سارے عالم کو شکر دیتا ہے وہ خود کتنا میٹھا ہوگا! اس کے نام میں کتنی مٹھاس ہوگی، جس کو جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا کہ ۔

از لبِ یارم شکر راچہ خبر

فرماتے ہیں کہ میرے اللہ کے نام کی لذت اور مٹھاس کو شکر ظالم کیا جانے! شکر تو مخلوق ہے، میرا اللہ خالقِ شکر کتنا میٹھا ہوگا۔ اختر عرض کرتا ہے ۔

از لبِ یارم شکر راچہ خبر
ارے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نورِ قمر کا
نہ لذّت پوچھ پھر ذکرِ خدا کی
حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی

وہ شاہِ جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے
کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ توبہ کی چار شرطوں میں پہلی شرط تھی گناہ سے الگ ہو جانا۔ اَنْ یَّقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ دوسری شرط تھی ندامت۔ اَنْ یَّنْدَمَ عَلَیْھَا ندامت پیدا ہو جائے اور ندامت کی تعریف کی ہے؟ تَاَلُّمُ الْقَلْبِ یہ روح المعانی میں لکھا ہے۔ دل میں دکھ ہو جائے کہ مجھ سے کیوں نالائق ہوئی اور تیسری شرط اَنْ یَّعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلَیْھَا اَبَدًا[۲۷] پکا ارادہ کرلے کہ دوبارہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اگر کسی کا مال، کسی کی گھڑی لے لی ہو تو اس کو واپس کر دے۔ بس قبولِ توبہ کی یہ چار شرطیں ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

❁❁❁

منقبتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

صحابہ کی محبت کو بھی ہم ایمان سمجھتے ہیں
کہ اُن کے دم سے اُمت کو ملی تعلیمِ قرآنی
صحابہ کی حیاتِ باوفا تاریخ ایماں ہے
جو اختر دے رہی ہے رات دن پیغامِ ایمانی
اختر

۲۷؎ شرح مسلم للنووی: ۲/۳۴۶، باب بیان النقصان فی الایمان، دار احیاء التراث، بیروت

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کرو یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاحِ قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لیے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ:

"اے نفس! ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اُس کی تمنا کرے گا کہ کاش! میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے۔ مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہو گی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔"

❁❁❁❁

قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے بزرگوں سے تعلق قائم کرنا پڑتا ہے چاہے ظاہری علم کتنا ہی حاصل کرلیا ہو۔ وہ لوگ جو بہت زیادہ علم نہیں رکھتے تھے، کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرنے کی برکت سے جب تزکیہ کرایا تو خود بھی اللہ والے ہو گئے اور ان کی برکت سے ہزاروں لوگ دین دار اور اللہ والے بنے۔ اس کے برعکس جن اہل علم حضرات نے محض کتب بینی پر اکتفا کیا، اللہ والوں کی غلامی اختیار کرنے کو پسند نہیں کیا اور اپنی اصلاح وتربیت نہیں کروائی، تو تاریخ گواہ ہے کہ ان کا علم وکمال امت کے لیے تو کیا خود ان کے لیے بھی فائدہ مند ثابت نہیں ہوا۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''تعلیم وتزکیہ کی اہمیت'' میں علم نبوت یعنی ظاہری احکامات شریعہ کا علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ باطنی احکامات شریعہ کا علم حاصل کرنے کا اہتمام کرنے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ باطنی احکامات کے علم کا نام تزکیہ ہے یعنی جھوٹ، غیبت، حسد، بدنظری وغیرہ جیسے روحانی واخلاقی گناہوں سے بچ کر نفس کا کامل تزکیہ کیا جائے۔

AW057